The Journal of Arts, Sociology and Humanities
The JASH, Vol. 3 No. 2 (2025). Homepage: https://thejash.org.pk/index.php/jash

تحقیقی مقالہ

رد استشراق: پس چہ باید کرد اے اقوام شرق کے تناظرمیں ایک تنقیدی مطالعہ

محمد عرفان*

Abstract

This paper presents a critical evaluation of Allama Muhammad Iqbal's poem "Pas Cheh Bayad Kard Ai Aqwam-e-Sharq?" in the context of postcolonial resistance to Orientalism. Drawing upon Edward Said's seminal work Orientalism, the study explores how Western intellectual discourse systematically portrayed the East as irrational, passive, and culturally inferior. Long before Said, Iqbal had recognized the epistemic violence of such representations and responded through powerful poetic resistance. The poem serves not only as a spiritual manifesto for Eastern nations but also as a counter-narrative to Western hegemony. By invoking the concept of khudi (selfhood), Iqbal challenges the mimicry of Western ideals and calls for intellectual and moral regeneration among colonized Muslim societies. The comparative analysis between Iqbal and Said reveals a deep convergence in their critique of the West's ideological domination. This study thus positions Iqbal's poetic vision as an early articulation of postcolonial consciousness, offering valuable insights for contemporary discourses on decolonization and identity.

Keywords: Iqbal, Orientalism, Edward Said, Postcolonialism, Khudi, Muslim Identity, Western Hegemony.

یہ مقالہ علامہ اقبال کی نظم "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق کا تجزیہ ایڈورڈ سیڈ کے نظریۂ استشراق کے تناظر میں کرتا ہے۔ مغربی فکر نے مشرق کو "غیروں" کے طور پر پیش کر کے ان کی تہذیبی، علمی، اور روحانی حیثیت کو مسخ کیا۔ علامہ اقبال نے اس مغربی تسلط اور فکری استبداد کے خلاف بھرپور آواز بلند کی۔ زیرِ مطالعہ مثنوی میں اقبال نہ صرف مغرب کی تہذیبی یلغار کی نشان دہی کرتے ہیں، بلکہ مشرقی اقوام کو بیداری، خودی، اور فکری خودمختاری کی دعوت بھی دیتے ہیں۔ یہ

*پی ایچ ڈی اسکالر،شعبہ اقبالیات ،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ۔
ای میل: Irfan31323659@gmail.com

مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ اقبال کا پیغام دراصل استشراقی بیانیے کی جڑ کاٹنے کا ایک علمی اور شعری اسلوب ہے۔

استشراق ایک فکری تحریک ہے جس کے ذریعے مغربی دانشوروں نے مشرق کی تاریخ، تہذیب، مذاہب، اور فنون کو اپنی علمی برتری کے ترازو میں تول کر غلط انداز میں پیش کیا۔ ایڈورڈ سیڈ نے Orientalism (1978) میں یہ واضح کیا کہ استشراق محض ایک علمی مطالعہ نہیں، بلکہ سامراجی طاقتوں کا ایک ہتھیار ہے۔ اقبال، جو بیسویں صدی کے اوائل میں اس فکری کشمکش سے بخوبی آگاہ تھے، اپنی نظموں میں استشراقی فکر کی پرزور نفی کرتے ہیں۔ ان کی مثنوی "پس چہ باید کرد" مشرقی اقوام کے لیے ایک منشورِ بیداری ہے جو استشراقی بیانیے کے خلاف علمی مزاحمت کی نمائندگی کرتا ہے۔ استشراق نے مشرق کو ایک جامد، غیر عقلی، اور غیر ترقی یافتہ خطہ ظاہر کیا، جسے مغربی فکر و تہذیب کی "رہنمائی" کی ضرورت ہے۔ مشرق کی خودمختاری، زبان، ادب، مذہب، اور فلسفے کو ہمیشہ شک کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

پس چہ باید کرد کا مفہوم ہی یہ سوال ہے: اب کیا کیا جائے؟ یہ سوال صرف سیاسی یا تمدنی نہیں بلکہ تہذیبی اور روحانی سطح پر بھی ہے۔ اقبال اس مثنوی میں مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کو رد کرتے ہیں۔ ایڈورڈ سعید کے مطابق مغرب نے مشرقی ثقافتوں کو "غیر (other) "بنا کر پیش کیا تاکہ ان پر علمی اور تہذیبی تسلط قائم کیا جا سکے۔ اقبال بھی یہی دکھاتے ہیں کہ مغرب نے مشرق کو صرف اپنے زاویے سے پرکھا۔ اقبال مشرقی اقوام کو اس فکری جبر کے خلاف خود شناسی اور بیداری کی دعوت دیتے ہیں۔ ایڈورڈ سیڈ کا تجزیہ علمی ہے، جبکہ اقبال کی شاعری جذباتی، روحانی اور فکری سطح پر اثرانداز ہوتی ہے۔ ایڈورڈ سیڈکے بقول :

> “Orientalism is not an airy European fantasy about the Orient, but a created body of theory and practice in which, for many generations, there has been a considerable material investment.” (1)

پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" میں مشرق کی بیداری اور مغرب کی مادی تہذیب کے مقابل روحانی اور باطنی تجدید کا واضح تصور پیش کیا گیا ہے۔ تمہید میں مولانا رومی کا ذکر علامتی طور پر کیا گیا ہے، جن کے روح پرور پیغام نے شاعر کے اندر ایک نیا ولولہ اور حرارت پیدا کی۔ رومی، جو کہ مشرقی حکمت کے نمائندہ ہیں، شاعر سے اس فکری معرکے میں قیادت کا مطالبہ کرتے ہیں تاکہ وہ مغرب کی فریب دہ تہذیب کا پردہ چاک کر سکے۔

علامہ کی نظر میں مشرق کی نجات محض سطحی اصلاحات سے ممکن نہیں، بلکہ جذبۂ دروں یعنی داخلی جوش و خروش، روحانی بیداری اور سچی خودی کی بحالی سے ہی ممکن ہے۔ یہ وہی جذبہ ہے جسے کم فہم افراد جنون کا نام دیتے ہیں، مگر درحقیقت یہی قوموں کے عروج کا سرچشمہ ہے۔ اقبال عصری انسان کو مادی جکڑ بندیوں میں مقید دیکھتے ہیں، جس کے باعث وہ نہ صرف دین اور سیاست کی حقیقتوں سے غافل ہو چکا ہے بلکہ اپنی باطنی قوتوں اور خودی کی معرفت سے بھی نابلد ہےلہٰذا، اقبال اس دور کے شاعر کو ایک مجاہد کا درجہ دیتے ہیں، جس پر فرض ہے کہ وہ انسانیت کو باطنی انقلاب، روحانی بیداری، اور خودی کے اسرار سے روشناس کرائے تاکہ اقوام مشرق اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کر سکیں۔

دنیا کو روشن کرنے والے آفتاب سے خطاب

علامہ اقبال کی شاعری میں "آفتاب" صرف ایک فطری عنصر نہیں بلکہ مشرق کی روحانی بیداری اور فکری انقلاب کی علامت کے طور پر نمایاں ہوتا ہے۔ اقبال کے نزدیک مشرق کی فکری تاریکی، مغرب کے تہذیبی اور فکری اثرات کا نتیجہ ہے، اور اس سے نجات کی واحد راہ فکر کی آزادی میں مضمر ہےاقبال کا نظریہ یہ ہے کہ جو قومیں فکری غلامی کا شکار ہو جاتی ہیں، وہ اپنی اقدار، خودی، اور شناخت کھو بیٹھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شاعر کی نظر میں آزادی فکر نہ صرف ایک فکری فریضہ ہے بلکہ سیاسی و روحانی آزادی کی شرطِ اول بھی ہےفکری اور روحانی آزادی، وہ اصل قوت ہے جو ایک غلام قوم کو دوبارہ حیاتِ نو دے سکتی ہے۔ اقبال اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مشرقی اقوام جب تک مغربی تہذیب کی تقلید ترک نہیں کرتیں اور اپنی فکری خودمختاری بحال نہیں کرتیں، تب تک آزادی صرف ایک فریبِ نظر رہے گی۔اقبال کا پیغام آج بھی مشرق کے مفکرین، دانشوروں اور نوجوانوں کے لیے ایک دعوتِ عمل ہے کہ وہ علم، خودی، اور روحانی بصیرت کے ذریعے نہ صرف اپنے فکری وجود کو مضبوط کریں بلکہ اپنی قوم کی آزادی اور وقار کی بنیاد بھی رکھیں۔

آزادی صرف فکر کی پاکیزگی سے ہاتھ لگتی ہے۔جب کسی قوم کی نظر خراب ہو جائے تو اس کے ہاتھ میں خالص چاندی کھوٹی ہو جاتی ہے۔اس کے سینے میں قلب سلیم مردہ ہو جاتا ہے اور اس کی نظر میں سیدھی چیز ٹیڑھی دکھائی دینے لگتی ہے۔وہ زندگی کے جہاد و قتال سے کنارہ کش ہو جاتی ہے۔ اس کی آنکھ کو جمود میں زندگی نظر آنے لگتی ہے۔ اس کے سمندر سے کوئی موج نہیں اٹھتی۔ اس کا موتی، ٹھیکری کی طرح بے وقعت ہو جاتا ہے۔ اس لئے پہلے اسے فکر کی پاکیزگی چاہئے۔ بعد میں فکر کی تعمیر آسان ہو جائے گی (2) اے مشرق کے سالار اے روشنی پھیلانے والے

سورج ! تو ہرارے کو روشن ضمیر بنا رہا ہے۔تیری بدولت زندگی میں یہ سوز و مستی ہے۔ تیرے بل بوتے پر ہر پوشیدہ چیز میں ظاہر ہونے کا جذبہ ہے۔تیری سنہری کشتی چاند کی ندی میں حضرت موسی کے ہاتھ سے زیادہ پر نور ہو کر چلتی رہتی ہے۔ تیرے عکس نے چاند کو چاندنی دی۔ پتھر کے دل میں لعل کو آب و تاب تو نے۔گل لالہ کا اندرونی سوز تیرے فیض سے ہے۔ تیرے فیض سے ہی اس کی رگوں میں خون کی لر ہے۔زرگی سینکڑوں پردے چاک کرتی ہے تب اسے تیری کرن نصیب ہوتی ہے۔خوش آمدید ! تو نوید صبح لے آیا۔ تو نے ہر درخت کو محل سینا بنا دیا ہے تو صبح کی روشنی ہے اور میں دن کا انتقام ۔ تو میرے ضمیر میں ایک چراغ روشن کردے۔

کلیمی حکمت عملی:

اگلا عنوان "حکمت کلیمی ہے ۔ جس میں نبوت کی اہمیت کا بیان ہے ۔ نبوت انقلاب آفرین پیغام ہے ، جو سلطانی و شاہی کو ٹھکرادیتا ہے ۔ یہ زمانے کو ایک نئی زندگی کے ولولے سے سرشار کرتا ہے ، اور اس پر الوہیت کے راز منکشف کرتا ہے ۔ نبوت انقلاب آفریں ہی نہیں ملت آفرین بھی ہے ۔ نبی وہ ہستی ہے جو تخت و تاج سے بے نیاز ہے ۔ اس کی آہ صبحگاہی میں ایک نئی زندگی اور اس کی صبح نمود سے کائنات میں ایک نئی تازگی آتی ہے ۔ حکمت کلیمی عاجزوں اور بینواؤں کو زندگی کا پیغام سناتی ہے اور انھیں پرانے معبود کا نام و نشان مٹانے کی تعلیم دیتی ہے ۔ نبوت کی عصر حکمت کا ذکر کرنے کے بعد شاعر بندۂ مومن کو اپنا مقام پہچاننے کی اور اپنی مراد کے مطابق ایک نئی دنیا تعمیر کرنے کی تلقین کرتا ہے ۔ یہ اصطلاح اقبال نے حضرت موسیٰؑ کی حکمت اور تعلیمات کے لیے استعمال کی ہے، جو:روحانی بصیرت، آزادی، انصاف اور حق پرستی پر مبنی ہے۔انسان کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ایمان، عشق، اور اخلاقی اقدار کی بنیاد پر زندگی گزارنے کی ترغیب دیتی ہے۔اللہ پر یقین اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کو اصل حکمت قرار دیتی ہے۔مثال: حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے ظلم کے خلاف کھڑا ہونا اور بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کرانا۔

اقبال کا پیغام:

اقبال حکمت کلیمی کو اصل اور سچی حکمت قرار دیتے ہیں، جبکہ حکمت فرعونی کو باطل اور گمراہ کن قرار دیتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ وہ حکمت کلیمی کو اپنائیں، یعنی اپنی خودی، روحانیت اور انصاف کے اصولوں کو مضبوط کریں اور ظلم و استبداد کے خلاف کھڑے ہوں۔ (3)

فرعونی حکمت عملی

حکمت کلیمی کے بعد شاعر نے حکمت فرعونی کے نام سے اس ضابطہ حیات پر اظہار نظر کیا ہے جو محکوم قوموں کی اقدار کو مسخ کر کے ان میں تخریبی میلانات پیدا کرتا ہے ۔ یہ حکمت ارباب دین کے مقابلے میں حکمت ارباب کین ہے ۔ اس کی بنیاد مکر و فن پر ہے اور اس کا ہدف تخریب جاں اور تعمیر تن ہے یہ حکمت مقام شوق سے محروم ہوتی ہے ۔ اپنے آقا کے حسب منشا ڈھل جاتی ہے ۔ اس کے تحت غلام کی سوچ ملت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور اس کی اخلاقی اقدار بری طرح پامال ہوتی ہیں ۔مشرق کو سیاسی ، ذہنی اور فکری غلامی میں گرفتار کر کے اقوام مشرق کی روح کو دو نیم کر دیا تھا اوراس کا دلخراش منظر خود علامہ نے اپنی زندگی میں دیکھا ۔ یہ اصطلاح اقبال نے فرعون کے طرزِ فکر اور حکمت کے لیے استعمال کی ہے، جومادی طاقت، جبر، ظلم اور استحصال پر مبنی ہے۔باطل اقتدار اور خودغرضی کی علامت ہے۔اپنے مفاد کے لیے کمزوروں کو غلام بنانا اور ان کی آزادی چھیننا۔دنیاوی دولت، شہرت اور طاقت کا حصول ہی اس حکمت کا مقصد ہوتا ہے۔مثال: جدید استعماری طاقتیں جو قوموں کو غلام بنا کر ان کے وسائل پر قبضہ کرتی ہیں۔

لا الہ الا اللہ

لا الہ الا اللہ کے تحت شاعر نے کلمہ طیبہ کی تفسیر کی ہے وہ "لا" اور "الا“ دونوں کو احتساب کائنات کے لیے ضروری قرار دیتا ہے ۔ دنیا میں آغاز کار حرف لا سے ہے ۔ یہ مرد خدا کی اولین منزل ہے ۔ غیر اللہ کے سامنے "لا" کہنا زندگی کی دلیل اور کائنات میں ہنگامہ خیزی کی دلیل ہے ۔ "لا" کی انقلاب آفریں کڑک نے لات و منات کو چکنا چور کر دیا اور قیصر و کسریٰ کی عظمت و شوکت کو خاک میں ملا دیا ۔ جدید دور سے روس کی مثال دی ہے کہ جب یورپ میں سرمایہ داری اور مزدور کی ٹکر ہوئی تو روس کے ضمیر سے بھی "لا" کا نعرہ بلند ہوا اور اس نے نظام کہنہ کو تہس نہس کر ڈالا ۔ شاعر نے نعرہ «لا» نیست و نابود کرنے کی تلقین کی ہے :
مگر زندگی کو مقام "لا" میں قرار نہیں ہے اور کائنات "الا" کی طرف محو سفر ہے ۔

فقر (درویشی)

اگلا عنوان "فقر " ہے ۔ جسے شاعر نے خود شناسی ، ذوق و شوق اور تسلیم و رضا کے نام سے یاد کیا ہے ۔ اس کا برگ و ساز قرآن عظیم ہے ۔ یہ نان شعیر سے خیبر کو روند ڈالتا ہے ۔ اس کے شکوہ بوریا سے سلاطین لرزتے ہیں ۔ فقر کی دلنوازی کا کا نام حکمتدین اور اس کی بے نیازی کا نام قوت دین ہے ۔ فقر عریان سے مہرو ماہ کانپ اٹھتے ہیں :فقر کی محرومی نے مسلمان کو جلال سے محروم کر دیا ہے ۔ شاعر اس قوم پر اظہار تاسف کرتا ہے جس نے میر و سلطان تو پیدا کیے مگر

درویش پیدا نہ کیا ۔ اس کے بعد برصغیر کے مسلمان کی زبوں حالی کی تصویر کھینچی ہے ۔اس کے رہنما فرنگ کے مرید ہیں جن کی نظر میں غلامی دین کے لیے باعث رحمت اور زندگی خودی سے محرومی کا نام ہے ۔ مگر مسلمانان ہند کا دلخراش تحلیل و تجزیہ کرنے کے بعد بھی شاعر ای ملت سے مایوس نہیں ہے اور اس نے قوم کو جو پیغام دیا ہے اس میں تصور و حصول پاکستان کی طرف واضح اور معنی خیز شارے ملتے ہیں۔"فقر" کے عنوان سے اقبال نے اسلامی تصوف کے مفید پہلو انقلابی انداز میں پیش کئے ہیں۔ فقر یہاں فقر اختیاری اور بے نیازی بیباکی اور اظہار ہے۔ اقبال کا فقیر بادشاہ کا حریف اور اس سے برتر ہے کیونکہ بادشاہ عموماً قاہری سے حکم چلاتے ہیں مگر فقیر عدل و دلبری کو اپنا شیوہ بناتا ہے۔ فقیر اسلامی " تسخیر کائنات کرتا ہے اور ترک دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اقبال نے بال جبریل" میں لکھا اور اس مثنوی میں بھی کہ

"برصغیر کے مسلمان تین صدیوں سے زوال پذیر ہیں۔ بظاہر یہ اکبر تیموری کے عہد (۱۵۶۳ ۔ ۱۹۰۵ء) یا اس کے جانشینوں اور شاجہان کے زبان کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے کیونکہ ان ادوار فتن میں دین الہی پیش کیا گیا اور مسلمان فرقوں میں بٹتے چلے گئے-(4)

آزاد شخص (مرد):

علامہ اقبال کی فکر میں "مردِ حر" وہ مثالی انسان ہے جو فقر کے روحانی تجربے سے گزر کر عملی زندگی میں حریتِ کامل، خودی کی پختگی، اور احکامِ الٰہی کی بصیرت کا حامل بن جاتا ہے۔ جیسا کہ "فقر" باطن کی آزادی اور دنیاوی بندشوں سے انکار کا نام ہے، ویسے ہی "مردِ حر" اسی فقر کی عملی تفسیر اور اس کا معراج ہے۔اقبال کے نزدیک مردِ حر کی نگاہ میں زندگی کے اسرار و رموز عیاں ہوتے ہیں اور وہ تقدیر کا راز اپنے کردار اور فکر کے آئینے میں پڑھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس کی پیشانی پر قوتِ فیصلہ، عزمِ صمیم، اور ایمانی بصیرت کی روشنی جھلکتی ہے۔ وہ اپنے وجود میں نہ صرف تزکیۂ نفس کا نمونہ ہوتا ہے بلکہ معاشرتی تبدیلی کا پیش رو بھی بن جاتا ہے۔"مردِ حر" کا تصور اقبال کے نظریۂ خودی کا وہ مرحلہ ہے جہاں فرد محض ایک متحرک انسان نہیں بلکہ کاروانِ حیات کا راہبر بن جاتا ہے۔ شاعر اس کردار کے ذریعے انسانی زندگی میں حسن، توازن، عظمت، اور تخلیقی قوت کے عناصر کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ وہ انسانی نمونہ ہے جو نہ صرف اپنی ذات میں مکمل ہوتا ہے بلکہ قوموں کے مستقبل کو سنوارنے کی صلاحیت اور جرأت بھی رکھتا ہےمرد حر" کے عنوان سے علامہ اقبال نے مرد مومن و انسان برتر کے اوصاف لکھے۔ در اسرار شریعت" کے زیر عنوان اقبال حرام کی مذمت کرتے ہیں اور حلال روزی کی خوبیاں بتاتے ہیں۔ وہ سودی اور سرمایہ دارانہ ظالمانہ نظام کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اسلامی نظام کا معاشی پہلو ہی انسانیت کو

افلاس اور مفلوک الحالی سے نجات دے سکتا ہے۔ اس طرح کوئی انسان کسی دوسرے کا محتاج نہیں رہ سکتا۔ افسوس کہ علماء و فقرا دین اسلام کی برتری کی باتیں کرتے ہیں مگر اسلام کے نظام معیشت کو پیش نہیں کرتے۔ اس دوران قادیان سے ایک خانہ ساز نبوت ابھری مگر یہ نام نہاد پیغمبر ہوں یا مسلم علما ہوں وہ اسلامی معاشیات کی حکمتیں پیش کرنے کے اہل ہی نہیں اور حتی کہ مخلوط انتخابات کی تائید نہ کی۔ ۱۹۲۸ء سے حکومت برطانیہ نے برصغیر ہند کے لئے ایک مسلمہ قانون وضع کرنے پر زور دیا مگر سائمن کمیشن، نہرو رپورٹ اور تین گول میز کانفرنسوں وغیرہ کی کوششوں کے بعد بھی ہندو مسلم قانونی اختلافات کما کان رہے اور اس طرح حکومت نے ۱۹۳۵ء میں از خود ایک آئین پیش کر دیا۔

شریعت کے رازوں کے بارے میں:

علامہ اقبال کی فکر میں شریعت محض رسمی احکام کا مجموعہ نہیں بلکہ زندگی کی معنویت، تہذیبی تطہیر اور روحانی بالیدگی کا سرچشمہ ہے۔ "در اسرار شریعت" کے تحت وہ سرمایہ دارانہ نظام کی سفاکانہ روش پر شدید تنقید کرتے ہیں جو حلال و حرام کی تمیز سے خالی ہو چکا ہے۔ مغرب کی تہذیب، جہاں ایک قوم دوسری قوم کو اقتصادی طور پر نگل رہی ہے، وہاں انسانیت کی بقا ممکن نہیں۔ اقبال کے نزدیک جب تک یہ استحصالی اور ظالمانہ نظام زمین بوس نہیں ہوتا، نہ دانش کی سچائی ممکن ہے، نہ دین کی روشنی برقرار رہ سکتی ہے۔اقبال اس بات پر زور دیتے ہیں کہ شریعت صرف خارجی قوانین نہیں بلکہ باطنی تطہیر اور وجودی نظم کا نام ہے۔ شریعت انسان کو ظلم، فتنہ، اور نفس کی غلامی سے آزاد کرتی ہے، اور اسے حلال و حرام کی تمیز، عدل، تسلیم اور رضا کی تعلیم دیتی ہے۔ ایسی تربیت یافتہ شخصیت دنیاوی جاہ و حشمت کو بے حیثیت سمجھتی ہے اور مقامِ رضا کو حقیقی بادشاہی جانتی ہے۔

اقبال کے مطابق شریعتِ محمدیؐ ہی وہ واحد نظام ہے جو انسان کو بلندی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچاتا ہے۔ مگر افسوس کہ مدارس، ملا اور رسمی علما شریعت کی روحانی اور فکری گہرائی کو نہ سمجھ سکے۔ ہر شخص خود کو قرآن و حدیث کا دانا سمجھتا ہے، مگر حقیقی فہمِ شریعت سے ناآشنا ہے۔علامہ کے نزدیک طریقت، شریعت کا باطنی مشاہدہ ہے — وہ کیفیت جو خود شناسی اور حق شناسی کی راہ دکھاتی ہے۔ یہ مشاہدہ ہی انسان کو باطنی بیداری اور خدا سے قرب عطا کرتا ہے۔

ہندیوں کی بے اتفاقی پر چند آنسو:

علامہ اقبال اس نظم میں اہلِ ہند کی غلامی، فکری پستی، اور جذبۂ محبت کے فقدان پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ شاعر کا دل اس حقیقت پر کڑھتا ہے کہ دنیا کی اقوام آزادی کی فضا میں سانس لے رہی ہیں، جب کہ اہلِ ہند ابھی تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ غلامی کو صرف سیاسی قید نہیں بلکہ روحانی موت تصور کرتے ہیں — ایسی موت جو خاموش، بے درد، اور بے اثر ہو، جس پر نہ کوئی آنسو بہاتا ہے، نہ کوئی ماتم کرتا ہے۔اقبال کے نزدیک وہ قوم جو لذتِ آرزو اور شوقِ آزادی سے محروم ہو، فطرت کی نظر میں صفحۂ ہستی سے مٹنے کے لائق ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی ملت کو آب و گِل کی پستی میں الجھنے کے بجائے دلِ زندہ کی تلاش کی تلقین کرتے ہیں، کیونکہ دل زندہ ہی وہ قوت ہے جو آسمانوں کی بلندیوں سے ہمکنار کرتا ہے۔ ایسا دل نہ صرف زمانے کے چیلنجوں سے نبرد آزما ہوتا ہے بلکہ اس کی ضرب سے رکاوٹیں ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں۔ (5)

موجودہ سیاسیات

علامہ اقبال کے نزدیک مغربی جمہوریت آزادی اور مساوات کے خوشنما پردے میں استعمار اور مادہ پرستی کا ایک ایسا فریب ہے، جو محکوم اقوام کے لیے مزید غلامی، تفرقے اور فکری زوال کا سبب بنا ہے۔ وہ مغربی سیاسی نظام کو ایک چالاک جادوگر کی مانند تصور کرتے ہیں، جو دل فریب نعرے دے کر اقوام کو ان کی روحانی بنیادوں سے محروم کر دیتا ہے۔ اقبال کی نگاہ میں ملتِ اسلامیہ کی بدحالی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اسے کوئی صاحبِ دل، صاحبِ بصیرت رہنما میسر نہیں جو "لا الہ الا اللہ" کی حرارت سے اس کے وجود کو بیدار کرے۔

اقبال کا دکھ یہ ہے کہ مسلمان، جو وحدانیت کا دعویدار ہے، وہ اپنی خودی اور روحانی قوت کھو کر غیروں پر بھروسہ کرنے لگا ہے۔ اس نے اپنے روحانی جوہر کو فراموش کر دیا ہے اور صرف ظاہری عبادات و رسومات کا پابند رہ گیا ہے، جب کہ دل لا الہ کے سوز سے خالی ہے۔ ان کے مطابق ایسی قوم جو اپنے دل کو اللہ کے نور سے منور نہ کر سکے، وہ نہ ایمان کی لذت سے آشنا ہو سکتی ہے، نہ دین و عرفان کی حقیقت سے۔

اقبال غلامی کو صرف سیاسی قید نہیں، بلکہ روح کا انجماد تصور کرتے ہیں۔ ان کے بقول غلام کی نماز، سجدہ، اور درود محض رسوم رہ جاتی ہیں کیونکہ اس کے دل میں سوزِ حیات، ذوقِ طلب،

اور شبِ نیم کی گریہ و زاری باقی نہیں رہی۔ وہ حقیقی قربِ الٰہی کو آزادی کے بغیر ناممکن سمجھتے ہیں، کیونکہ جلوۂ حق صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جن کے قلوب و اذہان آزاد ہوں۔

عرب قوم سے چند باتیں:

علامہ اقبال کی نظم "حرفی چند با امتِ عربیہ" دراصل ملتِ عربیہ کے نام ایک درد بھرا، بصیرت افروز اور بیداری بخش پیغام ہے۔ نظم کا آغاز نبی کریم ﷺ کی شان میں عقیدت و محبت سے لبریز اشعار سے ہوتا ہے، جو شاعر کے قلبی تعلق اور ایمانی وابستگی کی عکاسی کرتے ہیں۔اس کے بعد اقبال ملتِ عربیہ کو اس کے تاریخی انقلابی کردار اور دینِ اسلام کے ابتدائی عہد کی عظمت اور روحانیت کی یاد دلاتے ہیں۔ شاعر کو افسوس ہے کہ آج وہی ملت جو کبھی وحدت، کردار، اور روحِ عمرؓ کی امین تھی، اب تفرقے، افسردگی اور غلامی کا شکار ہو چکی ہے۔اقبال عرب اقوام کو خبردار کرتے ہیں کہ وہ فرنگی افکار و حکمت کے دھوکے میں نہ آئیں، کیونکہ مغرب کی چالاک سیاست اور تہذیبی فریب کاری نے ان کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ افسونِ فرنگ نے ملتِ عرب کے شیرازے کو بکھیر کر اسے کمزور اور غلام بنا دیا ہے۔

اقبال ملتِ عرب کو دینِ اسلام کی اصل روح کی طرف رجوع کا مشورہ دیتے ہیں، اور اس میں روحِ عمرؓ پیدا کرنے کی تلقین کرتے ہیں — یعنی وہ غیرت، عدل، ایمانی بصیرت، اور فکری استقلال جو خلافتِ راشدہ کی علامت تھے۔ ان کے نزدیک ملتِ عرب کی بقا اور عظمت اسی وقت ممکن ہے جب وہ اپنی تاریخی شناخت، دینی غیرت اور تہذیبی ورثے کو دوبارہ زندہ کرے۔

اے مشرقی قومو، پھر کیا کرنا چاہئے؟

یہ باب دراصل علامہ اقبال کے پیغام کا نچوڑ اور مشرقی اقوام کے لیے ایک فکری منشورِ عمل ہے۔ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، یہاں شاعر مشرق کی اقوام کو آئندہ کا راستہ دکھاتے ہیں اور انہیں فرنگی تہذیب کے فریب سے بیدار ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔اقبال کے نزدیک مغرب کا ظاہری علم و دانش درحقیقت روحِ انسانی کی تباہی کا ذریعہ رہا ہے۔ مغربی تہذیب، جس نے علم کو مادہ پرستی کا غلام بنا دیا، اب اپنی تلوار کی کاٹ خود بھی سہہ چکی ہے۔ مگر اس سے پہلے وہ دنیا کو ظلم، استحصال، روحانی پستی، اور غلامی کے زخم دے چکی ہے۔ "مجلسِ اقوام" جیسے ادارے، جنہیں دنیا

کی نجات کا ذریعہ سمجھا گیا، شاعر کی نظر میں کفن چوروں کی انجمن ہیں جو دنیا کے کمزوروں پر سرمایہ داری اور سامراجی طاقتوں کا تسلط قائم رکھنے کا ذریعہ بن چکی ہیں۔

اقبال مشرق کو روحانیت کا علمبردار سمجھتے ہیں اور اس سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مغرب کے لا دینی، مادی اور استحصالی نظام کا پردہ چاک کرے، اور اپنی روحانی توانائیوں سے مردہ تہذیبِ مغرب میں نئی روح پھونک دے۔ شاعر مسلمان کو رنگ و نسل سے بالاتر ہو کر اپنی اصل پہچان اُمتِ واحدہ کی طرف لوٹنے کا پیغام دیتا ہے، کیونکہ آبروئے مشرق اسی کے ہاتھ میں ہے۔باب کے آخری حصے میں اقبال ایشیا کو درد و سوز، روحانیت، عشق، اور تہذیب محمدی کا گہوارہ قرار دیتے ہیں۔ یہ وہی سرزمین ہے جس نے انسانیت کو آدم گری، عشق کو وفاداری، اور تہذیب کو سچائی سکھائی۔ مگر بدقسمتی سے آج ایشیا فرنگی استعمار کے زخموں سے چور ہے، جس نے تجارت، سیاست، اور تہذیب کے نام پر ایشیا کو تباہی، غلامی اور محرومی سے دوچار کیالہٰذا، اقبال کا پیغام واضح ہے: مشرقی اقوام کو چاہیے کہ وہ مغرب کی محتاجی ترک کریں، اپنے وسائل پر اعتماد پیدا کریں، اور روحانی و تہذیبی عظمت کی بنیاد پر از سر نو اتحاد، خودی، اور حریت کی بنیاد رکھیں۔

حضرت رسالت ماب کے حضور:

یہ باب علامہ اقبال کے قلبی جذبات، روحانی وابستگی اور عاشقانہ تاثر کا انتہائی پراثر اور والہانہ اظہار ہے۔ یہاں شاعر ایک عاشق کی طرح اپنے محبوبِ ازلی، حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہے اور نہایت ادب، سوز، نیاز مندی اور عقیدت کے ساتھ اپنی ملت کی حالتِ زار اور ذاتی کمزوریوں کا ذکر کرتا ہےشاعر کا انداز سراسر تضرع، عاجزی اور والہانہ عشق پر مبنی ہے۔ وہ اپنی ناتوانی، بیماری اور روحانی پریشانی کا ذکر اس لیے کرتا ہے کہ وہ باطل کی تاریکیوں سے نبرد آزما ہے، اور اس راہ میں جسمانی و روحانی صحت کا طلبگار ہے۔ اس التجا میں بھی خودی کی جھلک ہے، کیونکہ یہ شکایت نہیں بلکہ عزم و ہمت کی تجدید کا پیغام ہے۔اقبال کا درد صرف ذاتی نہیں، بلکہ امت کا اجتماعی درد ہے۔ وہ مسلمان کی مغرب سے مرعوب ذہنیت، ذہنی غلامی اور مفلوج شخصیت پر گہرے رنج و الم کا اظہار کرتے ہیں۔ مغرب کی سیاسی و تہذیبی چیرہ دستیوں اور مسلم دنیا کی سادہ لوحی پر اقبال خون کے آنسو بہاتے ہیں۔اس نالہ و فریاد کے دوران، شاعر حضور ﷺ سے شفا اور رہنمائی کا طلبگار ہے، کیونکہ وہ خود کو ایک ایسے جہاد میں مصروف پاتا ہے جس میں اندھیرے غالب ہیں اور امید کی شمع کمزور ہو رہی ہے۔ مگر اس کے باوجود اقبال مایوس نہیں۔ اس کی نگاہیں اب بھی دشت و صحرا کی طرف لگی ہیں کہ شاید کوئی تازہ قافلہ آ جائے، کوئی نئی امتِ مسلمہ ابھرے، کوئی نیا فدائی کارواں راہ حق میں اٹھے۔یہ باب درحقیقت ایک دعائیہ مناجات ہے، ایک روحانی گفتگو

ہے، جس میں عشق رسول ﷺ، ملت کے دکھ، ذاتی تڑپ، اور امت کی بیداری کی آرزو ایک ہی سانس میں سمٹ آئی ہے۔ (6)

علامہ ملت اسلامیہ کو کو مشورہ دیتے ہیں کہ تم ان پر بھروسہ مت کرو کیونکہ کہ کوئی شخص اندھےکتے کی مدد سے ہرن کا شکار نہیں کر سکتا اس قوم پر افسوس ہے جس نے اللہ کے علاوہ دوسرے لوگوں پر بھروسا کیا اور اپنی خودی سے غافل ہوگئے اگرچہ مسلمان اپنی زبان سے توحید کا اقرار کرتے ہیں مگران میں ابھی تک کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرے افسوس ہے کہ مسلمانوں میں اب وہ پہلے والی غیرت و حمیت باقی نہیں رہی ۔

اے مسلمان اندریں دہر کہن
تاکجا باشی بہ بند اہرمن
جہد با توفیق و لذت در طلب
کس بیاید بے نیازِ نیم شب(7)

اے مسلمان تو اس پرانے بت خانے (دنیا) میں کب تک اہرمن (شیطان) کی قید میں رہے گابا توفیق جہد اور لذت طلب دونوں گریہ نیم شمی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتیں ۔اگر چہ عقلمند آدمی اپنا حال دل کسی سے بیان نہیں کرتا مگر میں اپنے دل کی بات تجھ سے پوشیدہ نہیں رکھوں گا کیونکہ میں غلامی کی حالت میں پیدا ہوا ہوں اس لیے اسلام سے کوسوں دور ہوں۔

تا غلامم در غلامی زادہ ام
ز آستان کعبہ دور افتادہ ام
چوں بنام مصطفی خوانم درود
از خجالت آب می گردد وجود(8)

چونکہ میں غلام ہوں ، غلامی میں پیدا ہوا ہوں ، اسلئے کعبہ کی چوکھٹ سے دور جا پڑا۔ (مرکز سے کٹ گیا ہوں ۔: جب میں حضرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات پر درود بھیجتا ہوں تو میرا وجود شرم سے پانی پانی ہو جاتاہے

اقبال فرماتے ہیں یہ جمہوریت نہیں بلکہ سرمایہ داروں کی جنگ زر گری ہے فوق صرف اتنا ہے کہ پہلے جبر و تشدد مطلق العنان بادشاہ کیا کرتے تھے اب وہی ظلم جمہوری حکومت کرتی ہیں اس لیے اقبال اس کے خلاف شدید صدائے احتجاج بلند کرتے نظر آتے ہیں۔

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائےقیصری
دیو استبدادجمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری (9)

اقبال نے پس چہ باید کرد میں اقوام مشرق میں ملکویت کے خاتمے کو لازمی قرار دیا ہے ،مغرب کی چرہ دستی پر قابو پانا بہت ضروری ہےفرقہ ورانہ نفاق سے بچنے کی تلقین کی ہے۔عرب کی صورتحال پر تنقید کی ہے ہم مغرب کے غلام بن گئے ہیں مغرب سر سے لے کر پاؤں تک اسلحہ میں ڈوب گیا ہے۔ مغرب سے کوئی امید نہیں رکھی جا سکتی ۔ بد قسمتی سے یہ قوم کا لا الہ الا اللہ سے تعارف کے ہوتے بھی یہ مسلمان پیدا کرنے سے عاری ہے اس کے اندر وہ سوز اور سرور نہیں ہے جس سے بے یقینوں کو یقین ملتا ہے اسے مسلمانوں سے شکوہ ہے کہ وہ اس پرانے جہان میں کب تک اہرمن کا غلام بن کر مندر اور دہر کی پوجا کرتا رہے گا ۔

"شاعر ایسےحالات میں قوم پر خون کے آنسو روتا ہے جس نےاپنی اصل حقیقت کو بھول کر اور اپنی ذات کی بجاے غیر اللہ پر بھروسہ کیا ہے۔"(10)

عبدالشکور احسن اس حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

غلام کی نماز بھی کسی کام کی نہیں اور اس کا سجدہ بھی قیام و حضور سےبے سرورہوتاہے۔(11)

ہنوز ایں چرخ نیلی کج خرام است
ہنوز ایں کارواں دور از مقام است
ز کارِ بے نظام او چہ گویم
تو می دانی کہ ملت بے امام است(12)

پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق میں اقبال نے اقوام مشرق کو آئندہ کے لیے لائحہ عمل دیا ہےاور اس کا آغاز ہی افرنگ سے کیا ہے۔ اقوام مشرق کی تمام مشکلات اور مصائب افرنگیوں کی وجہ سے ہیں۔کیونکہ اس نے دنیا میں لا دینی کی بنیاد رکھی ہے اسی نظام کی وجہ سے وطنیت کا وجود آنا لازم ہے ۔علامہ کی نظر میں یہی سیکولرازم انسان کی تمام مشکلات کا سبب ہے اس نے اہل یورپ کی سوچ کو مادی بنا دیا ہے انسان صرف مادہ کی پیدائش ہے انسانی زندگی کا کوئی مقصد نہیں

در نگاہش آدمی آب و گل است

کاروان زندگی بے منزل است(13)

اقبال کی نظر میں مغربیوں کے پاس خیر وشر کے حوالے سے کوئی معیار نہیں اس لیے ان کی آنکھیں بے نم ہیں اور اس کا دل مٹی اور پتھر کا ہے

دانش افرنگیاں تیغے بدوش

در ہلاک نوع انسان سخت کوش(14)

اہل مغرب کی عقل تو ایسے ہی ہے جیسے کندھے پر تلواراور یہ انسانیت کے لیے ہلاقت کا موجب ہے۔

مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ اپنے اعمال کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے اس لیے اس کی یہ زمہ داری ہے کہ وہ لا دینی تہذیب و تمدن کا خاتمہ کردے اور زمانے والوں کو یہ بتاے ۔

عقل اندر حکم دل یزدانی است

چوں ز دل آرز شد شیطانی است(15)

عقل اگر دل کے حکم کے اندر رہےتو خداکی مدد شامل رہتی ہےارو اگر نہ ہو تو وہ شیطان کی قوت بن جاتی ہے

اقبال سمجھتےہیں کہ مغرب کی تقلید کرنے میں اس وقت امت مسلمہ کے لیے رسوائی ہی ہے اس سلسلے میں وہ حبشہ کی مثال دیتے ہیں یورپ کے گرگسوں نے اس پر قبضہ کر کے تہذیب و شرافت

کی دھجیاں بکھیر دیں تھیں۔اقبال مسلمانوں کو حبشہ سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ یورپ کی مجلس اقوام سراسر دھوکا ہے۔

اے اسیر رنگ پاک از رنگ شو

مومن ،خود کافر افرنگی شو (16)

ترجمعہ :تو جو رنگ اور نسل کا غلام ہےاس سے آزاد ہو جااپنی تعلیمات پر ایمان لے آاور یورپ کا انکار کردے

رفیق خاور اپنی کتاب میں لکھتے ہیں ۔

"اقبال اقوام مشرق کو تیزرفتار دیکھنا چاہتے ہیں وہ مشرق کی خوابیدہ ملت کو از سر نو بیداراور قیامت برپا کرتے دیکھنے کے خواہاں ہیں۔"(17)

دوسری جگہ عبدالشکور احسن اس انداز میں بیان کرتے ہیں۔

"اقبال نہیں چاہتے کہ مشرقی قومیں مغرب کے نقش قدم پر چلیں وہ نہیں چاہتے کہ مشرق دوسرا مغرب ثابت ہو وہ نہیں چاہتے کہ مشرق کی خودی مغرب کی خودی سے آمیز ہو کر مخلوط ہو جائے اقبال کی تمنا ہے کہ مشرقی قومیں اپنی وضع برقرار رکھیں مشرقی قومیں کسی اعتبار سے بھی مغرب کی دست نگر نہ ہو جس سے ان کی اپنی فکری اور روحانی قوتیں مفلوج ہو کر رہ جائیں مصنوعات ایجادات اور مشینوں میں مغرب کی دریوزہ گری غلامانہ ذہنیت کو استوار کر دے گی مشرک کو لازم ہے کہ وہ تحقیق اور جدت طرازی سے کام لے ۔" (18)

ڈاکٹر عبدالشکور احسن اپنی کتاب اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ میں اس تناظر میں علامہ کے موقف کی ترجمانی یوں کرتےہیں کہ۔

"افرنگی کے ناپاک عزائم اوراستعمار نے بہت ظلم کیا ایشیا کا برا حال کر دیا ہے اب مشرق پر فرض ہے کہ وہ اس استعماری لوٹ کھسوٹ کوروک کر اپنے وسائل کا استعمال کرے اور اپنے وسائل کا ہی استعمال کرے۔(19)

مختصر علامہ سیاست حاضرہ کے تناظر میں مسلمانوں کو مغربی تہذیب و تمدن سے بچنے ان پر بھروسہ نہ کرنے اور اپنے تمام اختلافات ختم کرنے ، مسلمانوں کو وحدت کا درس دیتے ہوئے

اپنی جمعیت اقوام مشرق بنانے کا درس دیتے ہیں تاکہ اہل مغرب کی غلامی سے مسلمان نجات حاصل کر سکے اور دنیا میں ایک باوقار قوم کی طرح سر اٹھا کر زندہ رہ سکیں۔

نتائج : یہ واضح ہوتا ہے کہ اقبال کی یہ مثنوی صرف ایک شاعرانہ تخلیق نہیں بلکہ ایک فکری و تہذیبی احتجاج ہے۔ وہ نہ صرف مغرب کی چمک دمک سے مرعوب نہیں ہوتے، بلکہ اس کی تہذیبی پستی اور روحانی کھوکھلے پن کو بے نقاب کرتے ہیں۔ اقبال کا پیغام استشراقی جبر کے خلاف مزاحمت کا نام ہے۔پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق؟" دراصل مشرقی اقوام کے لیے ایک فکری احیاء کی صدا ہے۔ اقبال نے اس نظم کے ذریعے جو پیغام دیا، وہ ایڈورڈ سعید کی استشراق پر تنقید سے ہم آہنگ ہے۔ دونوں مفکرین کا مقصد ایک ہی ہے: مشرق کو اس کی علمی، فکری اور تہذیبی شناخت واپس دلانا۔ اقبال کا یہ شعری احتجاج آج بھی استشراقی فکر کے خلاف علمی مزاحمت کی علامت ہے۔

حوالہ جات

1.Said, Edward. Orientalism.(New York: Vintage Books, 1979, p. 6

2۔ڈاکٹرمحمد اقبال،پس چہ باید کرد ترجمعہ، ڈاکٹر، سعادت سعید،پروفیسر، ڈاکٹر ،محمد ریاض(لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ2015ءص18-19

3۔ ڈاکٹرمحمد اقبال،پس چہ باید کرد ترجمعہ، ڈاکٹر، سعادت سعید،پروفیسر، ڈاکٹر ،محمد ریاض ایضاً ص20-24

4۔ ڈاکٹرمحمد اقبال،پس چہ باید کرد ترجمعہ، ڈاکٹر، سعادت سعید،پروفیسر، ڈاکٹر ،محمد ریاض ایضاً ص10

5. ڈاکٹرمحمد اقبال،پس چہ باید کرد ترجمعہ، ڈاکٹر، سعادت سعید،پروفیسر، ڈاکٹر ،محمد ریاض ایضاً ص10

6۔ ڈاکٹرمحمد اقبال،پس چہ باید کرد ترجمعہ، ڈاکٹر، سعادت سعید،پروفیسر، ڈاکٹر ،محمد ریاض ایضاً ص12،11

7۔ڈاکٹرمحمد اقبال،کلیات اقبال فارسی ،(لاہور: اقبال اکادمیءطبع اول 2019ءص37

8۔ ڈاکٹرمحمد اقبال،کلیات اقبال فارسی ، ایضاً ص1064

9۔ ڈاکٹرمحمد اقبال ،کلیات اقبال اردو، بانگ درا ص،261

10۔ڈاکٹر عبدالشکور احسن ,اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی مطالعہ(لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،2000ء)صفحہ 191،190

11۔ ڈاکٹر عبدالشکور احسن ,اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی مطالعہ ایضاً ص191

12۔ ڈاکٹرمحمد اقبال،کلیات اقبال فارسی، ایضاً ص1072

13۔ ڈاکٹرمحمد اقبال،کلیات اقبال فارسی ، ایضاً ص1072

14۔ ڈاکٹرمحمد اقبال،کلیات اقبال فارسی ص ایضاً 1073-1073

15- ڈاکٹرمحمد اقبال،کلیات اقبال فارسی ، ایضاً ص1074
16- ڈاکٹرمحمد اقبال،کلیات اقبال فارسی ، ایضاً، ص 1075
17-محمد رفیق خاور اقبال کا فارسی کلام ایک مطالعہ ،(لاہور: بزمِ اقبال،1988ء)ص 50
18-محمد رفیق خاور اقبال کا فارسی کلام ایک مطالعہ،ایضاً ،ص51
19-ڈاکٹر عبدالشکور احسن ,اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی مطالعہ، ایضاً صفحہ 193

مصادر و مراجع

1-ڈاکٹر عبد الشکور احسن ،اقبال کی فارسی شاعری،تنقیدی جائزہ،(لاہور: اقبال اکادمی پاکستان2000ء)
2-فکر اقبال ،خلیفہ عبد الحکیم،ڈاکٹر،(لاہور:بزم اقبال 2کلب روڈ 2013ء)
3-علامہ اقبال کی فارسی نظم گوئی،پروفیسر عبدالغنی(لاہور: بزمِ اقبال 2کلب روڑ،جنوری2000ء
4-اقبال کا فارسی کلام ،ایک مطالعہ،رفیق خاور(لاہور: بزمِ اقبال،1988ء)
5-جاوید نامہ،ایک مطالعہ،ڈاکٹر اصغر علی میاں(لاہور:اقبال اکادمی پاکستان،
6- روزگار فقیر، فقیر عزیز الدین، لائن آرٹ پریس کراچی ۱۹۶۸
7- شذرات فکرِ اقبال مرتبہ ڈاکٹر جاوید اقبال ترجمہ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی مجلس ترقی ادب، لاہور 1983ء
8-متعلقات خطبات اقبال،مرتبہ ڈاکٹر سید عبداللہ(لاہور: اقبال اکادمی پاکستان 1988ء
9-اقبال اور فارسی شعراء،ڈاکٹر محمد ریاض
10-ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اقبال سب کے لیے، (لاہور :ابو قار پبلی کیشنز ، ، طبع اوّل 2002ء
11- ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ،اقبال کی طویل نظمیں ،سنگ میل پبلشرز، لاہور، طبع اول 1998ء
12- علامہ اقبال،کلیاتِ اِقبال فارسی (لاہور :شیخ غلام علی اینڈ سنز، -1983ء
13- پروفیسر یوسف سلیم چشتی،شرح اسرار خودی، (لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس، ،تاریخ ندار
14-محمد فرمان،اقبال اور آرٹ،مشمولہ مطالعۂ اقبال (مجموعہ مقالات)مرتبہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی ،بزمِ اقبال ،لاہور،طبعِ دوم1983ء،
15-مقا لاتِ اقبال مرتبہ سید عبدالواحد معینی ،(لاہور آئینۂ ادب، ،طبعِ اول 1963ء
16-پروفیسر احمد رفیق اختر،پس حجاب،(لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،2004ء)
17-ڈاکٹر سید عبداللہ،طیف اقبال،(لاہور: اکیڈمی 2009ء
18-پروفیسر عزیز احمد اقبال نئی تشکیل گلوب پبلشرز،لاہور،طبع اول 1968ء
19-ڈاکٹر سید عبد اللہ مطالعہ اقبال کے چند نئے رخ ،(لاہور :بزم اقبال 1984ء
20- ڈاکٹرمحمد اقبال،کلیات اقبال فارسی ،(لاہور: اقبال اکادمیءطبع اول 2019ء
21 ڈاکٹرمحمد اقبال ،کلیات اقبال اردو،(لاہور: اقبال اکادمیءطبع یازدہم 2013ء)